© rasailojaraid.com

تبصرے

ابو القاسم القشیری بحیثیت ایک عالم دینیات اور مفسر قرآن

از ڈاکٹر رشید احمد (جالندھری)

تاریخ اسلام میں امام القشیری ایک عظیم صاحب حال اور صاحب قلم صوفی کے مشہور ہیں۔ لیکن ڈاکٹر رشید احمد صاحب نے بڑے سائز کے ۶۰ صفحے کے اس رسالے میں امام القشیری کو بطور ایک عالم دینیات کے متعارف کرایا ہے اور انھوں نے قرآن مجید کی جو تفسیر کی ہے، اس کا تنقیدی جائزہ لیا ہے، نیز جس دور میں وہ ہوئے، اس کا تاریخی پس منظر بھی پیش کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ امام القشیری جہاں ایک طرف بہت بڑے صوفی تھے، وہاں وہ ایک شافعی المذہب اور اشعری العقیدہ عالم دین بھی تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنی تفسیر میں شریعت اور طریقت دونوں کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی۔ شریعت اور طریقت کو ایک دوسرے سے قریب کرنے اور دونوں میں جو مغائرت بلکہ عداوت پیدا کر دی گئی تھی، اسے دور کرنے میں امام القشیری امام غزالی کے پیش رو تھے۔

امام القشیری اس زمانے میں پیدا ہوئے جب عباسی خلفا کے پاس حقیقی اقتدار نہیں رہا تھا۔ مامون و معتصم کے بعد پہلے ترک سرداران کے محافظ و سرپرست بنے۔ پھر بنو بویہ بغداد پر قابض ہو گئے، اور جب امام القشیری کا انتقال ہوا تو سلجوقی سلطان الپ ارسلان عباسی خلافت پر قابض تھا۔ مصنف لکھتے ہیں کہ باوجود اس سیاسی افراتفری کے یہ دور صحیح معنوں میں علوم و فنون کی ترقی کا دور ہے۔ القشیری ۳۷۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۶۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ اسی عہد میں مشہور عالم اخلاقیات فلسفی ابن مسکویہ (وفات ۴۲۱ھ)، شہرۂ آفاق فلسفی و طبیب ابن سینا (وفات ۴۲۸ھ)، فلسفی، مؤرخ اور عالم ریاضیات و نجومیات ابوریحان البیرونی (وفات ۴۴۰ھ) اور عربی کے فلسفی شاعر ابوالعلاء المعری (وفات ۴۴۹ھ) ہوئے۔ جن کی نظیر ہماری پوری علمی و فکری تاریخ میں نہیں ملتی۔

علم و حکمت و شعر و ادب کے اس عروج کے ساتھ ساتھ مذہبی و دینی لحاظ سے مسلمانوں کا یہ دور بڑے خلفشار کا دور تھا۔ فاضل مصنف نے نہایت اختصار سے لیکن بڑے مؤثر انداز میں اس خلفشار کی تصویر کھینچی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ مامون، معتصم و واثق کے عہد میں معتزلہ کا زور رہا۔ اور انھوں نے غیر معتزلہ پر سختیاں کیں۔ پھر معتزلہ کے مخالفین کی بن آئی۔ اور انھوں نے معتزلہ پر دار و گیر کی۔ خوش قسمتی سے امام اشعری نے جو پہلے خود معتزلی تھے انھیں ایک عقلی و علمی حربہ بھی فراہم کر دیا۔ لیکن حنبلیوں کو اشعریوں کی یہ "معتدل" عقلیت بھی گوارا نہ تھی۔ اور عوام زیادہ تر حنبلیوں کے زیر اثر تھے۔ اب تصادم حنبلیت اور اشعریت کا شروع ہو گیا۔

اہل شرع کی لفظ پرستی اور ظاہر پسندی کے خلاف کافی عرصے سے مذہب کا صحیح وجدان رکھنے والوں کے دلوں میں جذبات ابھر رہے تھے۔ اس مذہبی امنگ کا ظہور تصوف کی شکل میں ہوا اور اس نے باطنیت پر اتنا زور دیا کہ ظاہریت کا سرے سے انکار کیا جانے لگا۔ اس کی وجہ سے علما اور صوفیا دو متحارب گروہ بن گئے۔

القشیری نے علمی و فکری لحاظ سے اس ترقی یافتہ اور مذہبی و دینی اعتبار سے اس پُر فتن دور میں ہوش سنبھالا اور اپنے عمل اور علم دونوں سے اس کی خرابیوں کی حتی الوسع اصلاح کی کوشش کی۔ وہ ایک عالم دین اور استاد بھی تھے اور صوفی بھی۔ انھوں نے سماجی زندگی پر عزلت نشینی کی زندگی کو ترجیح نہیں دی۔ جب اشعریوں کے خلاف یلغار ہوئی تو انھوں نے اس کا مقابلہ کیا اور قید خانے گئے۔ انھوں نے بحیثیت ایک عالم دین کے فتویٰ دیا کہ امام اشعری ایک دینی مصلح تھے، اور یہ کہ اشعریت خلاف اسلام نہیں۔

یہ تھی امام القشیری کی جامع شخصیت۔ ایک صوفی، صاحب حال و صاحب قلم صوفی، ایک عالم، صاحب تدریس اور صاحب تصنیف عالم۔ ایک اچھے ادیب۔ ایک اچھے شاعر اور سب سے بڑی بات یہ کہ تعصب مذہبی کے خلاف حاکموں سے ٹکر لینے والے ایک مصلح اور اس کی پاداش میں قید خانے میں جانے والے۔ ان روحانی و علمی اوصاف کے ساتھ ساتھ مصنف لکھتے ہیں: "انھوں نے شہ سواری، تلوار زنی اور تیر اندازی بھی سیکھی تھی۔ گو وہ پیشہ کے اعتبار سے سپاہی نہ تھے، لیکن ان کی زندگی ایک سپاہی کی طرح سادہ اور مشقت پسند تھی۔"

یہ تو تمہید تھی۔ زیر نظر رسالے کا اصل موضوع بحث القشیری کی قرآن مجید کی تفسیر ہے۔ اس تفسیر کا صرف ایک مخطوطہ ملتا ہے، اور وہ بھی نامکمل ہے۔ پھر بعض اور تفسیریں بھی القشیری کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ مصنف نے متعدد متون کا مقابلہ کر کے داخلی شہادتوں کی مدد سے ثابت کیا ہے کہ "التفسیر الکبیر" کا نامکمل مخطوطہ ہی امام القشیری کا تصنیف کردہ ہے، اور باقی تفسیریں غلطی سے ان کی طرف منسوب ہیں۔ یہ "التفسیر الکبیر" دراصل امام صاحب کی تفسیری تقریریں ہیں، جو انھوں نے طالب علموں کے سامنے کیں اور جنھیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ساتھ ساتھ لکھا جاتا رہا۔ اس زمانے میں اور آج بھی بقول مصنف جامعہ ازہر اور دار العلوم دیوبند میں تعلیم کا یہی طریقہ مروج ہے۔ شیخ یا استاد کا یہ کام سمجھا جاتا ہے کہ کسی موضوع پر پہلوں سے جو کچھ کہا ہے اسے وہ شاگردوں تک پہنچا دے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس تفسیر میں القشیری نے ایک آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ایک ہی جگہ اس کے متعلق ہر فن کے اہل علم کے اقوال بیان کر دیے ہیں اور ان میں مشہور معتزلی مفسرین کے اقوال بھی آگئے ہیں۔ فاضل مصنف کی یہ تحقیق ہے کہ امام رازی نے اپنی تفسیر میں معتزلی مفسرین کے اقوال القشیری ہی کی تفسیر سے لیے ہیں۔ اور بعض دفعہ بغیر حوالہ دیے انھوں نے خود القشیری کے اقوال بھی اپنے ہاں نقل کر دیے ہیں۔ غرض امام رازی کی مشہور تفسیر کا ایک ماخذ امام القشیری کی یہ تفسیر بھی ہے۔ مصنف نے اپنے اس بیان کے ثبوت میں متعلقہ تفسیروں کی عبارتیں دی ہیں۔

مصنف، امام القشیری کی اس تفسیر کی نمایاں خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "القشیری کو عربی ادب پر چونکہ کامل عبور تھا، اس لیے انھوں نے اپنی اس تفسیر میں مشہور و مستند تصنیفات سے بکثرت اقتباسات دیے ہیں۔ موصوف نے طبری کی تفسیر سے اتنا اخذ کیا ہے کہ وہ بہت حد تک القشیری کی تفسیر میں آگئی ہے۔ وہ ایک آیت کی تشریح کرتے ہوئے اس کے متعلق دینیاتی اور بالخصوص فقہی نقطۂ نظر بڑی تفصیل سے دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ وہ معتزلہ کا عقلی نقطۂ نظر بھی دیتے جاتے ہیں۔ اسی سلسلے میں وہ صوفیا کے اقوال بھی نقل کر دیتے ہیں، جن سے ان کے اپنے صوفیانہ مسلک پر روشنی پڑتی ہے۔ علاوہ ازیں انھوں نے اپنی اس تفسیر میں اسرائیلی قصے بھی بیان کیے ہیں اور ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جو ہمیں کسی اور تفسیر میں نظر نہیں آئے۔"

امام القشیری نے اپنی تفسیر میں اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ وہ کوئی ایسی بات نہ لکھیں جس سے جمہور کے مروجہ عقائد کی مخالفت ہو۔ بے شک وہ معتزلہ اور صوفیہ کے اقوال نقل کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ وہ اشعری اور روایاتی نقطۂ نظر ضرور دیتے ہیں۔ فاضل مصنف القشیری کی التفسیر الکبیر کے اس پہلو پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اس تفسیر میں بہت سا مواد عقلی بحثوں، فقہی تفصیلات اور غیر مستند احادیث پر مشتمل ہے جس کا کہ تفسیر القرآن سے کوئی خاص تعلق نہیں۔ پھر القشیری تخلیقی مفکر بھی نہیں کہ وہ تفسیر میں کوئی نئی چیز لائیں۔ وہ صحیح معنوں میں اپنے دور کے آئینہ دار ہیں، اس لیے انھوں نے تفسیر میں وہی راہ اختیار کی جو پہلے سے چلی آ رہی تھی۔ اس کے باوجود بقول مصنف "التفسیر الکبیر" کا خصوصی امتیاز یہ ہے کہ القشیری نے اس میں بڑی تفصیل سے معتزلی خیالات قلم بند کر دیے ہیں۔ اور یہ تفصیل کسی اور تفسیر میں آپ کو نہیں ملے گی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"التفسیر الکبیر" کے علاوہ، جسے بہت حد تک روایتی انداز کی تفسیر کہہ سکتے ہیں، امام القشیری نے "لطائف الاشارات" کے نام سے اپنی عمر کے آخری حصے میں قرآن کی ایک صوفیانہ تفسیر بھی لکھی ہے جس کے متعدد مخطوطے اس وقت موجود ہیں۔ یہ تفسیر بھی ان کی تقریروں کا مجموعہ ہے۔ فاضل مصنف کے الفاظ میں قرآن کی یہ پہلی صوفیانہ تفسیر ہے جو ایک ایسے صاحب قلم کی ہے جو عالم بھی ہے اور صاحب حال صوفی بھی۔ اس تفسیر کو لکھنے کا محرک ظاہر پرست علما اور شریعت کا کماحقہٗ احترام نہ کرنے والے صوفیہ، ان ہر دو سے الگ ایک بیچ کی راہ نکالنے کا جذبہ تھا۔ تصوف پر اپنا "مشہور" رسالہ" لکھنے کے بعد انھوں نے تفسیر قرآن کے متعلق تقاریر کا سلسلہ شروع کیا جن میں ان کا زیادہ تر زور قرآنی تعلیمات کے روحانی اور اخلاقی پہلوؤں پر تھا۔ اس سے ان کا مقصد ان علما کی مخالفت تھا جو ظاہری رسوم کو سب کچھ سمجھتے تھے اور لفظی جھگڑوں میں الجھے ہوئے تھے۔ دوسری طرف وہ قرآن سے اخذ مطالب میں اس کے الفاظ سے دور نہیں جاتے تھے۔ اور اس طرح وہ صوفیہ پر تنقید کرتے تھے جو شرعی احکام کی پابندی ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ اس تفسیر میں القشیری نے خود مصنف کے الفاظ میں شریعت اور طریقت دونوں میں بڑا خوشگوار امتزاج پیدا کیا۔ اس بنا پر یہ ماننا پڑے گا کہ یہ القشیری تھے جنھوں نے بیک وقت ایک عالم دین اور صوفی ہونے کی حیثیت سے علما اور صوفیا کو باہم ملایا اور یوں امام غزالی کے لیے وہ راہ ہموار کی جس پر چل کر وہ علما اور صوفیا کے درمیان جو خلیج تھی، اسے بھر سکے۔"

ڈاکٹر رشید احمد صاحب کا یہ مقالہ مختصر ہے اور اس میں انھوں نے اپنے موضوع زیر بحث کا صرف تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ ان کا انداز ایک محقق عالم کا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ زیر نظر رسالے میں پوری تاریخ اسلام کے مطالعہ نیز اس دور کی فکری تاریخ، اور امام القشیری کی جملہ تصنیفات اور دوسرے مفسرین کی تفسیروں پر ان کی گہری نظر کا ثبوت ملتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ وہ اس بحث کو اور آگے بڑھائیں گے، اور امام القشیری پر ایک مفصل کتاب لکھیں گے۔ آج کے دور میں ہمیں اپنے ایسے بزرگوں کے علمی کارناموں کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے جنھوں نے عقل ونقل اور طریقت وشریعت کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی، اور اہل ظاہر علما اور اہل باطن صوفیا کے اختلافات دور کیے ـــــ ہمارے علمی وصوفیانہ حلقوں میں امام القشیری کا تعارف بہت کم کرایا گیا ہے۔ اب تک ان کے دو مختصر رسالوں کا اردو ترجمہ مع عربی متن کے شائع ہوا ہے۔ تصوف میں ان کی مشہور کتاب "رسالہ" کا اردو ترجمہ زیر طبع ہے۔ ڈاکٹر رشید احمد نے زیر نظر کتاب میں امام القشیری کو ایک صوفی اور عالم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ اور اس طرح وہ ان کے علمی کمالات کا مختصر لیکن بڑا اچھا جائزہ لینے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ امام صاحب کے دور کے سیاسی اور مذہبی و ذہنی پس منظر جاننے کے بعد ان کی شخصیت کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ مصنف نے اختصار سے سہی لیکن بڑی جامعیت سے کتاب میں اس پس منظر کو قاری کے لیے فراہم کر دیا ہے۔

افراط اور تفریط کے اس زمانے میں ہمارے وہ اسلاف جنھوں نے اپنے اپنے دور میں ان دونوں سے الگ میانہ روی کی راہ اختیار کی تھی، ہمارے لیے آج مشعل راہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ خوش قسمتی سے امام القشیری بھی انہی بزرگوں میں سے ہیں۔ ہم ڈاکٹر صاحب کو مبارک باد دیتے ہیں کہ انھوں نے اپنی تحقیق کے لیے امام القشیری جیسی جامع اور میانہ رو شخصیت منتخب کی، اور اسے اتنی عمدگی کے ساتھ ہمارے سامنے پیش کیا۔

کتاب دی اسلامک کلچرل سنٹر لندن نے چھاپی ہے اور اس کے ناشر Luzac & Company Ltd. London ہیں۔ قیمت ۔ اشلنگ۔ کتاب انگریزی میں ہے۔

الفہرست

(تالیف: محمد بن اسحٰق ابن ندیم وراق ـــ ترجمہ و تحشیہ: مولانا محمد اسحٰق بھٹی ـــ نگران: مولانا محمد حنیف ندوی)

محمد بن اسحٰق ابن ندیم وراق کی یہ کتاب چوتھی صدی ہجری کے علوم و فنون اور کتب و مصنفین کی مستند تاریخ ہے اور اس موضوع سے متعلق بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں یہود و نصاریٰ کی کتابوں، قرآن مجید کے علوم، ادب و انشا اور اس کے مختلف مکاتب فکر، حدیث و فقہ اور اس کے تمام مدارس فکر، صرف و نحو، منطق و فلسفہ، ریاضی و حساب، شعر و شعبدہ بازی، طب اور صنعت کیمیا وغیرہ تمام علوم، ان کے علما و ماہرین اور اس سلسلہ کی تصانیف کے بارے میں اہم تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ متعدد مطبوعہ نسخے سامنے رکھ کر فاضل مترجم نے ضروری حواشی دے کر کتاب کی افادیت میں اضافہ کر دیا ہے۔ قیمت: ۲۰ روپے

ملنے کا پتہ

سیکریٹری ادارۂ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ۔ لاہور

© rasailojaraid.com